بہارِ توبہ شکن — شہریار

دورِ جدید کے شعراء میں شہریار قدیم و جدید شاعری کے درمیان ایک کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ غزل میں سعدی و حافظ کے کلام سے زیادہ متاثر ہیں۔ "بہارِ توبہ شکن" ایک بہاریہ نظم ہے جسے غزل نما نظم کہنا ہی زیادہ مناسب اور موزوں ہوگا۔ شاعر نے فصلِ نو کے آنے اور اس نئی فصلِ بہار میں بڑے بڑوں کی توبہ ٹوٹ جانے کا ذکر کیا ہے۔ یوں تو تقویٰ اور پرہیزگاری کے بڑے بڑے دعوے کیے گئے لیکن جب بہار کا موسم آیا تو ان کی توبہ ایسی معشوق کے وعدے کی طرح چشم زدن میں ختم ہو گئی اور ان کا قیمتی ظرفِ تقویٰ پتھر سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ ایسا ہونا یقینی بھی تھا کیونکہ بہارِ نو آنے پر بلبل چمن میں نغمہ سرا ہو تو پھر عشاق شراب و شباب کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ فردوسی کہتا ہے ؎

اندریں پنج شین بودی نزہت شباب
شب و شاہد و شہد و شمع و شراب

بہار اگر ایک طرف امیدِ جاں فزا لے کر آئی ہے تو دوسری طرف خزاں کے لیے خطرے کی گھنٹی بھی بجا دیتی ہے۔ خزاں کے اختتام پر بلبلِ سوختہ جاں کو آزادی کا پروانہ مل جاتا ہے تاہم پھر بھی چمن میں مختلف چیزوں پر بہار کا اثر دیکھنے کو ملتا ہے۔ سارا چمن گلزار اور لالہ زار بنا ہوا ہے۔ پہاڑی دامن سے بادل مست گھٹا میں جھوم جھوم کر آ رہے ہیں۔ بلبل پُر مسرت و بےخود ہے۔ لالہ کا پھول اپنی جوانی اور بہارِ نو پر مغرور ہے۔ اس قابلِ دید اور قابلِ رشک موسم میں جب سے میرے محبوب نے مجھ پر اپنا سایہ ڈال دیا ہے، اس کے قد و قامت کی بلندی کے سامنے بلند و بالا آسمان بھی نہایت پست نظر آ رہا ہے۔ اگر قسمت نے یاوری کی تو میرے لیے بھی میخانہ کا دروازہ کھل جائے گا۔ میرے دل میں بھی ہمیشہ عشق کے نغمے موجزن رہے ہیں لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ میں ہمیشہ جورِ فلک کا شکار رہا اور میرے سارے شیرازے منتشر ہو گئے۔ البتہ اب "بہارِ توبہ شکن" آگئی ہے اور میں اس قدر مسرت و بےخود ہو گیا ہوں کہ مجھے خود اپنی خبر نہیں ملتی، لیکن میں عشق اور اس کے تمام نشیب و فراز سے واقف اور باخبر رہتا ہوں۔ اسی شاعری اور بہار کا اثر ہے کہ محبوب کا چہرہ انتہائی زیادہ حسین و جمیل اور پیارا معلوم ہوتا ہے۔ اس چہرہ سے بڑھ کر کوئی شے ذہن و وجود پذیر نہیں ہوا۔ شہریار جیسے شاعر اور عاشق کے لیے تخیل کے ساتھ ساتھ اس سے زیادہ خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایسے حسین و جمیل محبوب اس کی بشریت، طاہرہ اور منفرد غزلیں ترنم کے شعلے رہے ہیں اور ترنم سے پڑھ رہے ہیں۔

شہریار نے پیشِ نظر نظم "بہارِ توبہ شکن" میں موسم کی رعایت سے شراب و شباب، عاشقانہ خیالات، وارداتِ قلبی اور متغزلانہ مضامین نہایت ہی خوبصورت انداز میں بیان کیے ہیں۔ شاعر کی پیروی میں قدیم الفاظ اور اسلوب کے انتخاب نے نظم کے اندازِ بیان پر بُرا اثر نہیں ڈالا ہے بلکہ اس سے تاثیر بڑھ گئی ہے اور مفہوم کی تفہیم میں مدد ملتی ہے۔ نظم کا اسلوب اور اندازِ بیان شیخ سعدی اور خواجہ حافظ شیرازی کی یاد دلاتا ہے جن سے شہریار بہت متاثر ہیں۔ خصوصاً خواجہ کی پیروی میں بہت سی غزلیں کہی ہیں بلکہ یہاں تک کہا ہے کہ:

"ہر چہ دارم ہمہ از دولتِ حافظ دارم"

Scanned with CamScanner

پروانہ در آتش — شہریار

شہریار قدیم و جدید شاعری کے سنگم ہیں۔ اگر ایک طرف انھوں نے شیخ سعدی اور خواجہ حافظ کے اسلوب کی پیروی کی ہے تو دوسری طرف ان پر جدیدیت کا زبردست اثر غالب ہے۔ قدما کی طرح غزل میں گل و بلبل، شمع و پروانہ، گل و نرگس، سرو و سنبل، ساقی و میخانہ، شیریں فرہاد، لیلیٰ مجنوں جیسے علامات و اشارات کا استعمال کیا ہے۔ لیکن شعری لطافتوں میں جدت ہے۔ چنانچہ پیش نظر نظم بھی اس بات کا ثبوت ہے۔ یہ نظم کم، غزل زیادہ ہے۔ قافیہ اور ردیف کی پابندی اور التزام نے اسے مکمل طور پر غزل بنا دیا ہے۔ الفاظ کا انتخاب بھی غزل کی مناسبت سے شیریں اور لطیف استعمال ہوئے ہیں۔

شہریار غزلیہ شاعری میں دسترس رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی یہ غزل نما نظم وصل کے جذبات سے لبریز، مختصر لیکن مرصع نظم ہے۔ یوں تو ان کی زندگی خصوصاً جوانی یاس و حرمان نصیبی سے دوچار رہی ہے لیکن یہاں وہ خیالی دنیا میں شوقِ وصال کے سہارے پروانہ وار شمع کی مانند آتشِ محبت میں جل رہے ہیں لیکن وہ وصل کے ان لمحات سے انتہائی خوش ہیں۔ چنانچہ اس نظم کا عنوان بھی اسی مطلع سے ماخوذ ہے۔ عام عاشقوں کی طرح یہ سوز و گداز ان کے لیے بارِ خاطر اور تکلیف دہ نہیں ہے بلکہ مسرت و شادمانی کا ذریعہ ہے کہ ان کا حسین و خوبرو محبوب آج رات ان کا مہمان بن رہا ہے۔ یہ لمحات اتنے خوش آئند ہیں جیسے وہ حرم کی راہ میں مختار کے جیالوں کے قافلہ کا پیش رو ہیں۔ ان کا دل محبوب کی جانب سے گرد و کدورت سے پاک و صاف ہے بالکل جس طرح گردِ راہ پریشان اور منتشر ہوئی ہے۔ اسی طرح آج رات محبوب کی زلفیں اس کے بستر پر پریشان ہو کر الجھی ہوئی ہیں اور شہریار اپنا ہوش کھو بیٹھے ہیں۔ وصال کی لذت اور بہشتی نظارے سے مسرت و مدہوش ہو کر کہتے ہیں کہ چونکہ وہ محبوب سے ہم آغوش ہیں، اس لیے آج رات کوئی ان کا سر تکیے سے نہ اٹھائے۔ بادل مسرت و شادمانی سے چمک رہا ہے اور سرخ پرندہ خوش و خرم نظر آ رہا ہے لیکن میں خاموش اور مہر بلب ہوں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ محبوب کی سیاہ اور مدہوش کر دینے والی حسین نظروں نے اپنی آنکھوں کے پیالوں جام سے شرابِ محبت اور شرابِ وصل پلا کر مسرت و مخمور بنا دیا ہے۔ ان کی یہ تمنا ہے کہ یہ رات کبھی ختم نہ ہو۔ یہ لذت، یہ سکون، یہ کیف و سرور کے یہ لمحات کسی طرح بھی اس خواب سے ٹوٹنے نہ پائیں کیونکہ یہ لمحے بڑی مشکل سے میسر آئے ہیں۔ آج کی رات دل کی شادمانیوں اور آرزوؤں کی تکمیل کی رات ہے، اسی لیے قمری چہک چہک کر اس "وصلِ یار" پر تہنیت کا پیغام دے رہی ہے اور سرو کی شاخوں پر بیٹھی اپنے شیریں انداز میں آج کی رات دلکش نغمے اور حسین غزلیں سنا رہی ہے۔

شہریار نے اس غزل نما نظم کو قدیم فارسی غزل کی پیروی میں گوناگوں لطیف و شیریں الفاظ کے انتخاب سے رنگارنگ طور پر آراستہ کیا ہے۔ شوق و وصالِ محبوب کی ایسی تصویر کشی کی ہے جس میں شعری حسن، نزاکت و لطافت بھی ہے اور آرزوؤں کا جاہ و جلال بھی۔ مزید برآں ردیف و قافیہ کے حسین امتزاج، رنگارنگ استعمال اور ترنم کے انتخاب نے غزل کا حسن اور دوبالا کر دیا ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ زیرِ بحث نظم "پروانہ در آتش" شہریار کی متغزلانہ شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔

Scanned with CamScanner